فیملی پلاننگ
اور
اسلام

ڈاکٹر محمد فاروق خان

محکمہ بہبود آبادی، حکومت بلوچستان، کوئٹہ

فیملی پلاننگ

اور

اسلام

ڈاکٹر محمد فاروق خان

وزارت بہبود آبادی

حکومت پاکستان، اسلام آباد

فہرست

باب نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
باب اول	☆ موضوع کی ضرورت واہمیت	5
	☆ فیملی پلاننگ معنی ومفہوم	6
	☆ پلاننگ کے متعلق قرآن مجید کی عمومی ہدایات	7
باب دوم	☆ خاندان میں بچے، والدہ اور والد کے حقوق وفرائض	13
	☆ فیملی پلاننگ اور اسقاط حمل	22
باب سوم	☆ فیملی پلاننگ پر اعتراضات کا جائزہ	23
	☆ فیملی پلاننگ اور پروردگار کی صفت رزاقیت	23
	☆ فیملی پلاننگ اور قتل اولاد	28
	☆ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں	30
	☆ فیملی پلاننگ اور کثرت امت	31
	☆ فیملی پلاننگ اور بے حیائی	32
	☆ فیملی پلاننگ مسلمانوں کے خلاف دشمنوں کی سازش	34
	☆ فیملی پلاننگ کے طریقوں کے نقصانات	39

	☆ چندروایات کا صحیح مفہوم	40
	☆ فیملی پلاننگ کے مستقل ذریعے	46
باب چہارم	☆ پلاننگ اور آج کا پاکستان	49
	☆ حرف آخر	55

باب اول

موضوع کی ضرورت واہمیت

زمانہ حال میں ہر شادی شدہ انسان ایک طرف فیملی پلاننگ کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور دوسری طرف اسے یہ خیال دامن گیر ہوتا ہے کہ کہیں وہ کسی غیر شرعی فعل کا مرتکب نہ ہو جائے۔ ایک طرف اپنے حالات، شریک حیات کی صحت اور اولاد کی تعلیم، تربیت اور صحت کے حوالے سے بچوں کی ولادت میں وقفہ کے لئے اس کی عقل متقاضی ہوتی ہے اور دوسری طرف اس کا دینی مزاج اس سے یہ پوچھتا ہے کہ کیا اسے پروردگار کی صفت رزاقیت پر اعتماد نہیں ہے۔

یہ سب سوالات ہر عاقل و بالغ اور باشعور مسلمان کو ہر وقت پیش آتے ہیں اور اس کو ان سوالات کا واضح جواب کہیں نہیں مل پاتا۔ نتیجتاً وہ فیملی پلاننگ نہیں کرتا، یا اگر کرتا بھی ہے تو اسے ایک ناگزیر برائی سمجھ کر اختیار کرتا ہے۔ بعض اوقات وہ دوعملی کا رویہ اختیار کرتے ہوئے خود تو فیملی پلاننگ کے طریقوں سے کام لیتا ہے مگر اپنے ضمیر کو اطمینان دلانے کی خاطر اس کے خلاف گفتگو کر کے محاذ بھی کھولتا ہے۔

چنانچہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس ضمن میں اسلام کے اصل سرچشموں یعنی قرآن مجید اور صحیح احادیث کے متعلقہ حصوں کا جائزہ لے کر اس

کو علمی انداز میں سمجھا جائے۔ زیرِ نظر کتابچہ میں یہی کوشش کی گئی ہے اور خالص معروضی اور غیر جذباتی نقطۂ نظر سے پورے مسئلے کا جائزہ لیا گیا ہے۔

فیملی پلاننگ...... معنی و مفہوم

فیملی پلاننگ یعنی خاندانی منصوبہ بندی کے اصل معنی یہ ہیں کہ جب ایک مرد و عورت آپس میں شادی کر کے ایک خاندان کی بنا ڈال لیں تو اپنے وسائل اور اخراجات میں توازن کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ اس سوچ کی بنیاد پر عملی قدم اٹھانا خاندانی منصوبہ بندی ہے۔ اس میں یہ بات بھی آجاتی ہے کہ پہلے بچے کی ولادت کب ہونی چاہیئے، دوسرے بچے کی ولادت کتنی دیر بعد ہونی چاہیئے بچوں اور بیوی کی تعلیم، صحت، تفریح اور دوسری ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کیا تدابیر اختیار کی جائیں۔ گویا یہ ایک وسیع اصطلاح ہے جس میں خاندانی زندگی کے تمام پہلوؤں سے متعلق سوچ بچار شامل ہے۔ اگر کسی جوڑے کے ہاں اولاد نہ ہو رہی ہو تو یہ نعمت حاصل کرنے کے لیے تگ و دو اور علاج معالجہ بھی فیملی پلاننگ کا ایک حصہ ہے۔ اس اصطلاح کا مطلب جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے، بچوں کی کسی مخصوص تعداد سے نہیں ہے۔

موجودہ حالات میں اسی سے ملتی جلتی دو مزید اصطلاحات بھی استعمال کی جاتی ہیں۔ ایک Planned Parenthood ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب ایک انسان والد یا والدہ بنے تو وہ ایک باقاعدہ پلاننگ کے تحت ہو۔ دوسری اصطلاح Reproductive Health یعنی تولیدی صحت ہے۔ اس کا

مطلب یہ ہے کہ جب ایک خاتون ماں بننے لگے تو اس پورے عرصے میں اس کی اور جنین (Fetus) کی پوری حفاظت کی جائے اور جب تک نومولود ماں کا دودھ پی رہا ہے تو اس وقت کے دوران میں ماں اور بچے کی صحت کا پورا خیال رکھا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ طبی اور نفسیاتی اعتبار سے وہ خاتون اگلے بچے کی پیدائش کے لیے پوری طرح تیار ہے یا نہیں۔ گویا یہ تینوں مثبت اصطلاحات ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ ایک عائلی زندگی کے آغاز کے فوراً بعد اس کے ہر ہر پہلو سے متعلق سوچ بچار کیا جائے، ہر فیصلہ انتہائی ہوش مندی اور شعور کے ساتھ کیا جائے اور اس فیصلے میں تمام طبی، سائنسی، معاشی، معاشرتی اور نفسیاتی عوامل کا خیال رکھا جائے۔

پلاننگ کے متعلق
قرآن مجید کی عمومی ہدایات

اس دنیا میں تمام کام دو طریقوں سے انجام پاتے ہیں۔ ایک طریقہ وہ ہے جس میں انسان کا کوئی عمل دخل نہیں مثلاً سیلاب آتے ہیں، طوفانی بارشیں برستی ہیں، زلزلے آتے ہیں، موسم تبدیل ہوتے ہیں۔ ان چیزوں کے انسان پر بڑے اثرات مرتب ہوتے ہیں مگر ان کے سامنے انسان بے بس ہوتا ہے اور بے بس کیوں نہ ہو، اس کائنات میں زمین کی حیثیت سمندر میں ایک قطرے جیسی بھی نہیں اور پھر کائنات بھی ایسی جو لاتعداد قوانین وضوابط میں

جکڑی ہوئی ہے جس سے انحراف نہیں ہوتا۔

تاہم کاموں کا ایک دوسرا طریقہ بھی ہے۔ اس طریقے کے مطابق کچھ کاموں کا ذریعہ اور سبب انسان بنتا ہے مثلاً طبی ترقی کی وجہ سے آج بے شمار بیماریوں کا علاج ممکن ہے۔ ریڈیو، ٹی وی، فون، فریج، ایئر کنڈیشنر اور موٹر گاڑی کی بدولت آج کا ایک عام آدمی ہزار سال پہلے کے ایک بادشاہ کے مقابلے میں اچھی زندگی بسر کرتا ہے۔ آج انسان سر بفلک عمارات بنانے پر قادر ہے، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی ایجاد نے پوری دنیا کو ایک برادری میں تبدیل کر دیا ہے۔ نیوکلیئر ٹیکنالوجی نے ترقی اور ہلاکت خیزی، دونوں کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ موٹر ویز اور ہوائی جہازوں نے فاصلے کا مفہوم بدل ڈالا ہے۔

یہ تمام کام جنہیں ایک انسان اپنے عقل وشعور کی بناء پر اپنے اختیار میں سمجھتا ہے اور اس کا وجدان اور حس اسے اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ وہ ان تمام میدانوں میں مسلسل ترقی کے راستے پر گامزن رہے، اسے کبھی قرار نہ آئے اور ہمیشہ خوب سے خوب تر کی جستجو میں رہے۔ انسان کی آج تک کی تمام علمی، فکری اور سائنسی ترقی اسی طریقے سے ہوئی ہے۔ اس کے متعلق قرآن مجید نے یہ اصول بیان کیا ہے کہ ایسے اختیاری معاملات میں انسان جو بھی فیصلہ کرتا ہے اور راہ عمل متعین کرتا ہے اگر وہ مجموعی طور پر انسانیت کے مفاد میں ہو اور اس سے انسانیت کو کسی بڑے نقصان کا اندیشہ نہ ہو تو انسان کی یہی کوشش پروردگار کا فیصلہ

بن جاتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"الا تزر وازرۃ وزر اُخریٰ وان لیس للانسان الاماسعی" ''کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور یہ کہ ہر انسان کے لیے صرف وہی کچھ ہے جس کی کوشش خود اس نے کی۔'' (النجم ۵۳:۳۸-۳۹)

گویا پروردگار کسی کا عمل ضائع نہیں ہونے دیتا خواہ وہ دینوی ہو یا اخروی۔

البتہ اگر انسان کی کوئی کوشش بلحاظ مجموعی عالم انسانیت کے خلاف ہو اور اس سے کوئی برائی اس طریقہ سے پھیلنے کا امکان ہو جس سے نیکی کی آواز بالکل ختم ہو کر رہ جائے یا جس سے روئے زمین پر عام تباہی پھیل جائے تو ایسی ہر کوشش پروردگار کے فیصلے کے تحت ناکامی سے دوچار ہوتی ہے۔

ارشاد ہے:

"ولولادفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومسجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا" ''اگر اللہ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہے تو خانقاہیں اور گرجا اور یہودیوں کی عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے، سب مسمار کر ڈالی جائیں۔'' (الحج ۲۲:۴۱)

مزید ارشاد ہے:

"ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض ولكن الله ذوفضل على العالمين"○

"اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض دوسرے لوگوں کے ذریعے سے دفع نہ کرتا تو زمین میں فساد پھیل جاتا مگر اللہ دنیا والوں پر بڑا فضل و کرم کرنے والا ہے۔" (البقرہ۲:۲۵۱)

جتنے کاموں کو انسان بظاہر اپنے اختیار میں سمجھتا ہے، ان کے متعلق پروردگار نے انسان کو ہدایت کی ہے کہ ان تمام کاموں کو انجام دیتے وقت وہ علم، فکر، عقل، تدبر اور حکمت سے کام لے گویا کوئی کام کرنے سے پہلے اس کے بارے میں اچھی طرح غور وخوض کرے، جدید ترین علم کے مطابق اس کے لیے نقشہ کار مرتب کرے، عقل کی روشنی میں اس کو جانچے اور پرکھے، تمام حالات کا جائزہ لے کر ایک منصوبہ مرتب کرے اور اپنی بہترین صلاحیتوں کو کام میں لاتے ہوئے اس منصوبے پر عمل پیرا ہو۔ اس منصوبہ بندی میں جتنی مشکلات حائل ہوں، تدبر اور حکمت کے ساتھ ان کا توڑ کرے اور مسلسل آگے بڑھتا رہے۔

قرآن مجید میں یہ ہدایت اور اس سے متعلق اشارات ایک سو سے زیادہ مرتبہ آئے ہیں (مثلاً سورۂ بقرہ ۲۔ آیت ۱۶۴ اور ۲۶۹، سورۂ انفال ۸۔ آیت ۲۲، سورۂ طٰہٰ ۲۰۔ آیت ۱۴۴، سورۂ زمر ۳۹۔ آیت ۹ اور ۱۸ اور کئی مزید آیات)۔

بچے کی پیدائش بھی انہی اختیاری کاموں میں سے ایک کام ہے۔

ایک مرد وعورت اپنی آزادانہ مرضی سے شادی کرتے ہیں۔ اس کے بعد بچوں کی ولادت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ہر بچے کی پیدائش اگرچہ اللہ ہی کے حکم سے ہوتی ہے مگر اس کا ذریعہ اور سبب انسان بنتا ہے گویا انسان کی کوشش کو پروردگار اپنی مشیت کے تحت روبہ عمل ہونے دیتا ہے چنانچہ انسان کو اپنے خاندان میں اضافے کی کوشش کرتے وقت علم، فکر، عقل، تدبر اور حکمت سے پورا پورا کام لے کر اپنی طرف سے پوری منصوبہ بندی کرنی چاہئے اور نتیجہ پروردگار پر چھوڑ دینا چاہئے۔

قرآن مجید نے نسل انسانی کی کھیتی کو زمین کی فصل سے تشبیہ دی ہے۔ کھیتی اللہ ہی کے حکم سے اگتی ہے مگر اس کا ذریعہ اور سبب انسان بنتا ہے۔ ارشاد ہے:

"افرء یتم مالمنوئ انتم تخلقونه ام نحن الخالقون...... افرء یتم ماتحرثون ء انتم تزرعونه ام نحن ازارعون○"

"کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ جو نطفہ تم ڈالتے ہو، اسے تخلیق کرنے والے تم ہو یا ہم ہیں۔ تخلیق کرنے والے...... کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ جو بیج تم بوتے ہو، کیا اس سے کھیتی تم اگاتے ہو یا اس کے اگانے والے ہم ہیں۔" (الواقعہ ۵۶:۵۸۔۵۹،۶۳۔۶۴)

انسان زمین سے فصل اگانے میں اپنی پوری عقل و تدبیر استعمال کرتا ہے اگر وہ زمین کو بروقت کھاد اور پانی نہ دے تو فصل ٹھیک نہیں اگتی اور اگر وہ

فصل کا پورا خیال رکھے تو غالب امکان یہی ہے کہ فصل اچھی اگے گی چنانچہ جس طرح انسان زمین سے فصل لینے میں عقل وعلم استعمال کرتا ہے اسی طرح اسے نسل انسانی کی کھیتی اگانے میں بھی عقل وعلم اور تدبیر کا استعمال لازماً کرنا چاہئے۔

باب دوم

خاندان میں بچے،
والدہ اور والد کے حقوق و فرائض

قرآن مجید میں کئی مقامات پر لفظ ''بِر'' کا استعمال کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ ''بِر'' کے راستے پر گامزن رہیں۔ عام طور پر اس لفظ کا ترجمہ ''نیکی'' کیا جاتا ہے۔ عظیم مفسر قرآن مولانا حمید الدین فراھیؒ کے مطابق اس لفظ کے اصل معنی ''ادائیگی حقوق'' کے ہیں یعنی انسان ہر وہ حق ادا کرے جو اس پر قدرتی طور پر اس کے ضمیر کی طرف سے عائد ہوتا ہے گویا ہر انسان کو اپنے پروردگار کا حق بھی ادا کرنا ہے اور اپنے سے متعلق ہر دوسرے فرد کا حق بھی ادا کرنا ہے۔ ہر انسان پر اولین حق اس کے والدین، میاں بیوی اور بچوں کا ہوتا ہے چنانچہ ان سب کے قدرتی حقوق کو پورا کرنا لازم ہے۔

اس دنیا میں ہر نئے بچے کی آمد کے ساتھ ایک نئی صورت حال جنم لیتی ہے۔ اب اس کے کچھ حقوق و فرائض متعین ہوتے ہیں۔ دنیا میں اس کا وجود ایک سنجیدہ واقعہ ہوتا ہے چنانچہ ہر باشعور انسان کا فرض ہے کہ وہ پورے عقل و شعور کے ساتھ ان امور کو ملحوظ رکھے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث کے مطابق حضورؐ نے ارشاد

فرمایا:

''تم میں سے ہر فرد حاکم ہے اور اپنی رعایا کے بارے میں جواب دہ۔ ایک آدمی اپنے گھر میں حاکم ہے اور اپنی رعایا کا ذمہ دار۔ بیوی اپنے شوہر کے گھر میں حاکم ہے اور اپنی رعایا کے بارے میں ذمہ دار۔''

گویا ہر انسان حقوق و فرائض کے رشتے میں دوسروں کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ اگر اس دنیا کی زندگی میں وہ غیر ذمہ دار اور شترِ بے مہار بن کر رہے گا تو اس سے اس کی دنیا کی زندگی بھی تکلیف و کمزوری کا شکار ہوگی اور آخرت کی زندگی میں بھی اسے جواب دہ ہونا پڑے گا چنانچہ جب ایک مرد اور ایک عورت اپنی آزادانہ مرضی سے رشتہ نکاح میں بندھ جاتے ہیں اور اس کے بعد ان کے ہاں بچوں کی آمد ہوتی ہے تو ان سب کے آپس میں ایک دوسرے پر حقوق و فرائض متعین ہو جاتے ہیں۔ ان تمام حقوق کی طرف جگہ جگہ قرآن مجید نے اشارات کئے ہیں، ان پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہے۔

بچے کا سب سے پہلا حق یہ ہے کہ ماں کے پیٹ میں نو مہینے تک اس کی پوری حفاظت کی جائے، اس کی صحت کا خیال رکھا جائے اور اس کو ہر ممکن بیماری اور خطرے سے بچایا جائے۔ پہلے سے یہ طبی اندازہ لگایا جائے کہ اس کی ولادت کے وقت کوئی مسئلہ تو پیدا نہیں ہوگا۔ بچے کی ولادت ایک محفوظ جگہ میں عمل میں لائی جائے۔

بچے کا دوسرا حق یہ ہے کہ پیدا ہونے کے بعد اس کی صحت کا پورا خیال

رکھا جائے۔ اسے ایسا ماحول فراہم کیا جائے جہاں بیماریاں پیدا ہونے اور لگنے کا احتمال کم سے کم ہو۔ پورے گھر میں حفظانِ صحت کے اصولوں کا خیال رکھا جائے۔

بچے کا تیسرا حق یہ ہے کہ اسے ماں کا دودھ وافر مقدار میں اور بغیر کسی رکاوٹ کے ملتا رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے ماں کا لمس اور ماں کی گود ابتدائی دو سال میں مستقل ملتی رہے۔ اس میں حتی الامکان کوئی اور شریک نہ ہو۔ یہ بات سائنسی طور پر ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ ابتدائی دو سال میں ماں کا دودھ اور ماں سے بدنی تعلق بچے کی صحت مند نشو ونما کے لیے بہت ضروری ہیں۔

بچے کا چوتھا حق یہ ہے کہ ابتدائی تین چار سال میں ماں اور باپ اس کی تعلیم و تربیت پر بھرپور توجہ دیں۔ یہی تعلیم و تربیت بچے کے لیے مستقبل میں نہایت اہم ثابت ہوتی ہے۔ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ دو بچوں کے درمیان تین سے لے کر پانچ برس تک وقفہ ہونا چاہیے تاکہ اس دوران میں بچے کی تعلیم و تربیت پر پوری توجہ دی جا سکے۔

بچے کے ساتھ اہم ترین رشتہ ماں کا ہوتا ہے اس لیے اس حوالے سے ماں کے بھی کچھ حقوق و فرائض متعین ہو جاتے ہیں۔ ماں کا فرض یہ ہے کہ وہ دورانِ حمل میں اپنا پورا خیال رکھے، اپنا چیک اپ باقاعدگی سے کرواتی رہے، وضع حمل مناسب جگہ پر ہو۔ ولادت کے بعد اسے اپنا دودھ پلائے۔ ابتدائی دو

سال میں بچے کی صحت، اس کی غذائی ضروریات، اس کو اپنا بدنی لمس فراہم کرنا اور اس کی بہترین تعلیم و تربیت، ماں کے لیے ترجیح اولین ہو اور اس میں حتی الامکان کوئی اور بڑی مصروفیت اس کی توجہ کمزور نہ ہونے دے۔

اسی کے ساتھ ساتھ ماں کا یہ حق ہے کہ پہلے دن سے ہی اس کی صحت کا پورا خیال رکھا جائے، اسے باقاعدگی سے طبی معائنے کے لیے لے جایا جائے۔ اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ بچے کی ولادت کسی مناسب جگہ پر کرنے کا انتظام کیا جائے۔ ولادت کے بعد پہلے چالیس دن ماں کو پورا آرام وسکون دیا جائے۔ بچے کی ولادت کے بعد ماں جسمانی اور نفسیاتی دونوں پہلوؤں سے بہت نڈھال ہو جاتی ہے اس مرحلے سے بخیر و خوبی گزرنے کے لیے ضروری ہے کہ ابتدائی چالیس دنوں میں ماں کی صحت اور اس کے آرام کا پورا خیال رکھا جائے۔

ماں کا یہ بھی حق ہے کہ ایک بچے کی ولادت کے بعد تین سے لے کر پانچ برس تک اس پر دوبارہ حمل کا بار نہ ڈالا جائے۔ یہ وقفہ ماں کی صحت کے لیے بہت ضروری ہے۔ جدید طبی تحقیقات سے یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ اٹھارہ سال سے کم عمر اور پینتیس برس کے بعد جو خاتون ماں بنے تو اسے اور اس کے بچے کو بیماریوں اور دوسرے خطرات کا امکان بہت زیادہ ہوتا ہے۔ یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ اگر ایک خاتون پر پانچ سے زیادہ بچوں کا بار ڈالا جائے، تب بھی اس کی اور اس کے بعد میں ہونے والے بچوں کی صحت میں بہت

زیادہ مسائل ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ ایک ماں کا حق ہے کہ وہ صرف اٹھارہ سے پینتیس سال عمر کے درمیان میں ماں بنے اور اس کے بچوں کی تعداد زیادہ نہ ہو۔

ماں کی طرح باپ کے بھی حقوق و فرائض ہیں۔ اس کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ اس کی بیوی کو حمل شروع ہوتے ہی اس کی اہم ترین ترجیح اپنی بیوی کی نگہداشت اور صحت ہو اور وہ اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ وہ اپنی بیوی کو باقاعدہ طبی معائنے کے لیے لے جائے۔ وضع حمل کے لیے مناسب انتظام کرے۔ ولادت کے بعد بچے اور اس کی ماں کا پورا خیال رکھے۔ ایک ذمہ دار شوہر بن کر اگلے حمل میں کم از کم تین سے پانچ برس کا وقفہ رکھے۔ اگلے استقرار حمل سے پہلے بیوی سے مشورہ کرے۔ اس کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنی ہر اولاد کو مناسب ذاتی توجہ دے۔ ہر بچے پر باپ کی طرف سے ذاتی توجہ بچے کی صحت اور نفسیاتی نشو ونما کے لیے ضروری ہے۔

ایک باپ اور شوہر کا یہ حق ہے کہ گھر میں اسے آرام وسکون ملے۔ اس کی بیوی کے پاس اس سے گفتگو اور پیار ومحبت کے لیے پورا وقت ہو۔ یہ تبھی ہو سکتا ہے جب بچوں کی تعداد کم اور پیدائش میں مناسب وقفہ ہو۔ ایک شوہر کا یہ بھی حق ہے کہ اس کی بیوی صحت مند ہو اور وقت سے پہلے بڑھاپے کے آثار اس پر طاری نہ ہوں۔ یہ بھی صرف اسی وقت ممکن ہے جب بچوں کی ولادت مناسب وقفہ سے ہو۔ ایک باپ کو پروردگار نے اپنے بچوں کی تمام ضروریات

کا مکلّف ٹھہرایا ہے۔ اس کے لیے یہ غور و فکر بھی ضروری ہے کہ اس کی آمدنی کتنی ہے اور اس آمدنی میں وہ کتنے بچوں کے لیے تعلیم، علاج، صحیح رہائش اور باعزت زندگی کی ضروریات مہیا کر سکتا ہے۔ آمدنی میں کس طرح اضافہ کر سکتا ہے۔

جیسا کہ پہلے تذکرہ کیا گیا درج بالا امور میں سے بہت سارے پہلوؤں کی طرف قرآن مجید نے جگہ جگہ اشارات کیے ہیں۔ مثلاً ارشاد ہے:

ومن ایتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ و رحمۃ ان فی ذٰلک لایت لقوم یتفکرون۔

”اس پروردگار کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تا کہ ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تم میاں بیوی کے درمیان محبت اور ہمدردی پیدا کر دی یقیناً اس میں ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔“

(الروم ۳۰:۲۱)

گویا یہ بھی لازم ہے کہ خاندان کی اٹھان اور اس کی تشکیل اس طرح سے ہو جس میں میاں بیوی ایک دوسرے سے سکون حاصل کر سکیں اور ایک دوسرے سے محبت کر سکیں۔

اسی طرح ایک دوسرے پر حقوق کے حوالے سے ایک دوسرے کا

خیال رکھنے اور ایک دوسرے کے لیے سب سے زیادہ فکر مند ہونے کے حوالے سے قرآن مجید نے سورۃ بقرہ آیت ۱۸۷ میں نہایت خوبصورت مثال استعمال کی ہے۔ وہ یہ کہ شوہر بیوی کے لیے لباس کی مانند ہے اور بیوی شوہر کے لیے لباس کی مانند ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے خوشی ومسرت کا باعث بننے چاہئیں۔ دونوں کو ایک دوسرے کے چھوٹے سے چھوٹے مسئلے، تکلیف اور صحت کا خیال بھی کرنا چاہئے، دونوں کو ایک دوسرے کے عیبوں کو چھپانا چاہئے۔

بچوں کے حقوق کے اعتبار سے پروردگار نے انتہائی لطیف اور جذباتی پیرائے میں ماں باپ دونوں کو متوجہ کیا ہے:

هوالذی خلقكم من نفس واحدة وجعل منها زوجها ليسكن اليها فلما تغشها حملت حملاً خفيفاً فمرت به فلما اثقلت دعوا الله ربهما لئن اتيتنا صالحاً لنكونن من الشكرين۔ (الاعراف ۱۸۹:۷)

”وہ اللہ ہی ہے جس نے تم (مرد و عورت) کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے تمہارا جوڑا بنایا تا کہ تم (مرد و عورت) میں سے ایک دوسرے کے پاس سکون حاصل کرے پھر جب شوہر نے بیوی سے قربت کی تو اس کا ہلکا سا حمل رہ گیا۔ سو وہ اس کو لیے ہوئے چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں میاں بیوی پروردگار سے دعا کرنے لگے کہ اگر تو نے ہم کو صحیح و سالم اور نیک اولاد دے دی تو ہم تیرے شکرگزار ہوں گے۔“ (الاعراف ۲۸۹:۷)

دعا کرنے میں یہ مفہوم و معنی بھی آپ سے آپ شامل ہے کہ مرد و عورت دونوں یہ پوری پوری کوشش کریں گے کہ ان کے ہاں اولاد صحت کے اعتبار سے ماں کے پیٹ میں، ولادت کے وقت اور ولادت کے بعد بالکل صحیح وسالم ہو اور وہ اس کی ایسی تربیت کریں جس سے وہ ہر اعتبار سے ایک نیک اور باشعور انسان اور مسلمان بنے۔

اسی طرح کئی روایات میں بھی ان امور کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

بیہقی کی روایت کے مطابق حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

''بیٹے کا باپ پر یہ حق ہے کہ باپ اپنے بیٹے کی اچھی تربیت کرے اور اس کو اچھا نام دے۔''

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

''اپنی اولاد کو مالدار چھوڑنا اس بات سے بہتر ہے کہ وہ معاشرے پر بوجھ بنیں اور لوگوں کی خیرات پر پلیں۔''

طبرانی کی ایک اور روایت کے مطابق حضورؐ نے فرمایا:

''ایک باپ اپنے بچے کیلئے ورثے میں اچھی تربیت سے بہتر کوئی چیز نہیں چھوڑتا۔''

بیہقی کی ایک روایت کے مطابق حضورؐ سے پوچھا گیا ''یارسول اللہ! کیا بچے کا ہم پر ایسا ہی حق ہے جیسا کہ ہمارا ان پر ہے۔ آپؐ نے فرمایا! ہاں! والد پر

بچے کا یہ حق ہے کہ وہ بچے کو لکھنا، تیرنا اور تیر اندازی سکھائے اور بچے کے لیے صرف اور صرف پاکیزہ اور عمدہ کھانا فراہم کرے۔"

اسی طرح سیوطی نے جامع الکبیر میں روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا

"اپنے بچوں کے درمیان انصاف سے کام لو۔ جیسا کہ تم خود اپنے لیے پسند کرتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ انصاف سے کام لیں۔"

بزاز کی ایک روایت کے مطابق حضرت انسؓ بن مالک نے کہا:

"ایک آدمی حضورؐ کے پاس بیٹھا تھا کہ اس کا بیٹا آیا۔ اس نے بیٹے کو بوسہ دیا اور اپنی گود میں بٹھا لیا پھر اس کی بچی آئی جسے اس نے اپنے سامنے بٹھا لیا۔ حضورؐ نے فرمایا: تم نے ان دونوں (بیٹے اور بیٹی) کے درمیان برابری سے کیوں کام نہیں لیا۔"

گویا بیٹا ہو یا بیٹی، دونوں کی تعلیم، تربیت، صحت حتیٰ کہ ان کے ساتھ محبت کا برتاؤ بھی ایک جیسا ہونا چاہیئے۔

درج بالا تمام امور کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی ہدایت کے مطابق زندگی کے ہر میدان میں علم، فکر، تدبر اور حکمت کا استعمال ضروری ہے۔ درج بالا تمام باتیں علم و تدبر اور حکمت ہی کی باتیں ہیں۔ اس لیے خاندان میں اضافے کے وقت ان تمام امور کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اسی کا نام پلاننگ ہے۔

فیملی پلاننگ اور اسقاط حمل

(ABORTION)

بعض اوقات فیملی پلاننگ اور اسقاط حمل کو خلط ملط کیا جاتا ہے جبکہ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ فیملی پلاننگ میں جب بچوں میں مناسب وقفے کی بات کی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایسے طریقے اختیار کیے جائیں جن سے حمل نہ ٹھہرے۔ اس کے بالکل برعکس اسقاط حمل کا مطلب یہ ہے کہ جب حمل ٹھہر جائے تو اس کو ضائع کر دیا جائے۔ اسقاط حمل کو کبھی بھی فیملی پلاننگ کے طریقوں میں شمار نہیں کیا جاتا۔ یہ بالکل ایک علیحدہ موضوع ہے۔ اگر ماں کی صحت کو خطرہ ہو یا بچے کے اندر کوئی بہت بڑا نقص ہو مثلاً اس کا دماغ ہی نہ ہو تو اسقاط حمل دینی اعتبار سے جائز ہے۔ جہاں تک عام اسقاط حمل کا تعلق ہے تو اس کے متعلق دو موقف ہیں۔ ایک موقف یہ ہے کہ حمل کے ابتدائی چار مہینوں میں اسقاط جائز ہے، اس لیے کہ ایک روایت کے مطابق اس وقت تک جنین (Fetus) میں روح نہیں پڑی ہوتی البتہ اس کے بعد ناجائز ہے۔ اس کے برعکس دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ اسقاط حمل ابتدا ہی سے ناجائز ہے۔ اس لیے کہ یہ ایک مکمل انسان نہ سہی مگر انسان کی شروعات تو ہے۔ اس لیے جنین بھی ہمارے لیے قدر و قیمت اور احترام کا مستحق ہے۔ اس عاجز کو اسی دوسری رائے سے اتفاق ہے۔

اسقاط حمل کی بحث محض برسبیل تذکرہ کی گئی ورنہ اصل حقیقت یہی ہے کہ اسقاط حمل فیملی پلاننگ کے طریقوں میں قطعاً شامل نہیں۔

باب سوم

فیملی پلاننگ پر اعتراضات کا جائزہ

فیملی پلاننگ پر مختلف حلقوں کی طرف سے بعض اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ایک عام انسان کے ذہن میں بھی اس سے متعلق بہت سے شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں۔اس لیے ضروری ہے کہ ان اعتراضات کا جائزہ لیا جائے۔

فیملی پلاننگ اور پروردگار کی صفت رزاقیت

پہلا اعتراض یہ ہے کہ فیملی پلاننگ کی صفت رزاقیت پر عدم اعتماد ہے۔ ہر فرد کو پروردگار ہی رزق دیتا ہے اس لیے ضبط ولادت نہیں کرنی چاہئے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہماری پچھلی پوری بحث میں کہیں بھی رزق کا سوال زیر بحث نہیں آیا۔اس کے برعکس ہماری ساری بحث ماں، بچے اور باپ کی تعلیم، صحت اور پرسکون زندگی سے متعلق تھی۔ اصل ایشو یہ ہے کہ بچوں کی صحیح تربیت، ان کی تعلیم، ان کی صحت اور ان کو ایک ذمہ دار انسان بنانے کے لیے بچوں کی ولادت میں وقفہ ضروری ہے۔ ماں کی صحت اور باپ کی ذمہ داریاں بطریق احسن پوری کرنے کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ بچوں

میں مناسب وقفہ ہو۔ ظاہر ہے کہ اس سے رزق کے سوال کا کوئی تعلق ہی نہیں۔ کسی ایسی جگہ میں جہاں رب غیب سے رزق نازل فرماتا ہو اور دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہوں، وہاں بھی بچوں کی پیدائش میں مناسب وقفہ بہت ضروری ہے اس لیے حقیقت تو یہ ہے کہ اس اعتراض کا فیملی پلاننگ سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔

تاہم چونکہ عامتہ الناس میں پروردگار کی صفت رزاقیت کے متعلق بڑی غلط فہمیاں ہیں اس لیے ضروری ہے کہ اس امر کو واضح کیا جائے کہ اس کا کیا مطلب ہے۔

بحیثیت مسلمان یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ سب طاقت وقوت پروردگار کے ہاتھ میں ہے۔ حکم اسی کا چلتا ہے۔ اول و آخر سب کام اللہ کے اختیار میں ہیں۔ اس کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں۔ سلطنت اور عزت و دولت اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ وہی غالب اور زبردست ہے۔ اسی کے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں۔ تمام بڑائی صرف اسی کے لیے ہے وہ جس کام کا حکم دے، وہ کام ہو کر رہتا ہے۔ دنیا کی ہر چیز بھی پروردگار کے ہاتھ میں ہے۔ وہی سب جان داروں کو روزی دینے والا ہے اور ہر فیصلہ اس کے اختیار میں ہے۔

تاہم اس دنیا میں پروردگار جو بھی فیصلہ صادر فرماتا ہے اور جو کام بھی کرتا ہے وہ لازماً کچھ شرائط سے مشروط ہوتا ہے مثلاً قرآن مجید نے ہمیں بتایا ہے کہ کسی شخص کو ہدایت بھی پروردگار ہی دیتا ہے اور کسی کو گمراہ ٹھہرانے والا بھی

وہی ہے اور یہ بھی کہ اللہ جس کے قلب و ذہن پر چاہے، مہر لگا دیتا ہے پھر اس سے خیر کو قبول کرنے کی صلاحیت چھن جاتی ہے۔ اب ظاہر بین نظروں سے ان آیات کو پڑھ کر یہ سوچا جا سکتا ہے کہ جب ایسا ہے تو پھر کیوں کسی کو ہدایت کی تبلیغ کی جائے اور کسی انسان کی نیکی و بدی کا وبال اس پر کیوں ہو۔ چنانچہ قرآن مجید نے وہ قانون بھی بیان کر دیا ہے جس کے تحت وہ انسانوں کو ہدایت دینے یا گمراہ کرنے کا فیصلہ کرتا ہے۔ وہ یہ کہ پروردگار نے ہر ایک کو اچھی فطرت پر پیدا کیا ہے اور اگر وہ صحیح راستہ ڈھونڈنا چاہے گا تو پروردگار اسے لازماً سیدھا راستہ دکھائے گا لیکن اگر وہ خود ہی نافرمانی کے راستے پر چلے گا، بار بار وہ اپنے ارادہ و اختیار کو غلط استعمال کرے گا اور گمراہی اختیار کرے گا تو پروردگار بھی اس کے لیے ویسا ہی فیصلہ کر لے گا۔

(فلما زاعوا ازاع الله قلوبهم۔ پھر جب انہوں نے کجروی اختیار کی تو اللہ نے ان کے دل کج کر دیئے۔ (صف ۶۱:۵)

بعینہ یہی معاملہ رزق کا ہے۔ بے شک رزق کی کنجیاں پروردگار کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ جس کے لیے چاہتا ہے، رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔ ہر جان دار کو وہی رزق دیتا ہے اور نہ دینے کا فیصلہ بھی وہی کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ شرط لگی ہوئی ہے کہ انسان اس کے لیے کوشش کرے گا تو رزق اس کو ملے گا اور اگر کوشش نہیں کرے گا تو اس کے حصے کا رزق اس کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔

ارشاد ہے:

"لیس للانسان الاماسعی"O "انسان کے لیے صرف وہی کچھ ہے جس کی کوشش اس نے خود کی۔" (النجم ۳۵۔۳۹)

نیز ارشاد ہے:

ان اللہ لایغیر مابقوم حتیٰ یغیر وما بانفسھم۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے طور طریقوں کو بدل نہیں دیتی۔ (الرعد ۱۳۔۱۱)

قرآن مجید نے کئی دوسرے مواقع پر بھی یہ بات بہت واضح طریقہ سے بیان کی ہے کہ پروردگار کسی کا عمل ضائع نہیں ہونے دے گا اور بغیر عمل کے پروردگار عموماً کسی کو کچھ بھی نہیں دیتا چنانچہ پروردگار کی صفت رزاقیت کا مطلب یہ ہے کہ پروردگار نے رزق کے خزانے اس زمین میں انسان کے لیے رکھے ہیں اور اسے عقل وعلم دیا ہے کہ وہ ان سے صحیح طور پر استفادہ کرے گا۔ وہ اپنی عقل استعمال کرے گا تو پروردگار یہ اس کے حوالے کر دے گا چنانچہ انسان کو اس معاملے میں بھی پوری پلاننگ کرنی ہے۔ بغیر کوشش کیے اس کے حصے کا رزق بھی اس کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک جہاں سائنسی طریقوں پر کاشت کاری کی جاتی ہے، جہاں کھاد اور پانی کا صحیح استعمال کیا جاتا ہے، ان کی زمین غیر

ترقی یافتہ ممالک کی نسبت کئی گنا زیادہ فصل لاتی ہے۔ غیر ترقی یافتہ ممالک میں زرعی ملک کہلاتے ہوئے بھی، زمین سے اگنے والی چیزوں کے لیے بھی، ترقی یافتہ ممالک کے محتاج ہوتے ہیں۔

موت جیسی اٹل چیز میں بھی پروردگار انسان کی کوشش کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔

"انی لااضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثیٰ ○" ''میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔'' (آل عمران ۳:۱۹۵)

یہی وجہ ہے کہ ترقی یافتہ دنیا میں دوران زچگی میں ایک لاکھ خواتین میں سے صرف دس خواتین موت کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اس کے برعکس پاکستان میں ساڑھے تین سو خواتین فوت ہو جاتی ہیں اور بنگلہ دیش میں ساڑھے آٹھ سو خواتین وفات پا جاتی ہیں۔ اسی طرح نوزائیدہ بچوں کے ضمن میں ترقی یافتہ ممالک میں ایک ہزار بچوں میں سے آٹھ بچے فوت ہو جاتے ہیں اس کے مقابلے میں پاکستان میں ایک ہزار نوزائیدہ بچوں میں سے پچاس بچے فوت ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ رزق کے بارے میں بھی یہ جان لینا چاہئے کہ یہ پروردگار کی طرف سے کوئی غیر مشروط وعدہ نہیں ہے بلکہ یہ انسان کی سعی، جدوجہد اور پلاننگ سے مشروط ہے۔

فیملی پلاننگ اور قتل اولاد

یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید نے قتل اولاد سے منع کیا ہے۔ فیملی پلاننگ دراصل قتل اولاد ہی ہے۔ اس لیے فیملی پلاننگ نہیں کرنا چاہیے۔

یہ اعتراض صحیح نہیں ہے۔ اصل معاملہ یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کی نہایت سفاکانہ رسم جاری تھی۔ ان کے نزدیک لڑکی کی پیدائش کوئی باعث افتخار نہیں بلکہ باعث شرم تھی۔ اس لیے کہ لڑکیاں معاشی جدوجہد میں بھی زیادہ کام نہیں آتیں۔ جنگ کے دوران میں اگر دشمن انہیں پکڑ کر لے جائیں یا سسرال والے اچھا سلوک نہ کریں تو بے عزتی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے لڑکیوں کی پیدائش کو وہ اپنے اوپر بوجھ سمجھتے تھے اور ان سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرتے تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے اسے اپنے مشرکانہ مذہب کا ایک حصہ بنالیا تھا چنانچہ قرآن مجید نے کئی مقامات پر اس کی جانب توجہ دلائی۔ مثلاً ارشاد ہے:

”واذا بشر احدهم بالانثیٰ ظل وجهه مسوداوهو کظیم۔ یتواریٰ من القوم من سوٓء مابشر به ایمسکه علیٰ هون ام یدسه فی التراب۔ الاساء مایحکمون۔“

”اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوش خبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ اندر ہی اندر گھٹنے لگتا ہے۔ اس منحوس خبر پر وہ لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے۔ سوچتا ہے کہ اس کو ذلت کے ساتھ رکھ چھوڑے یا اس کو مٹی میں دفن کر دے۔ افسوس! کیا ہی برا فیصلہ ہے جو یہ کرتے ہیں۔“ (النحل ۲۶:۵۸۔۵۹)

مزید ارشاد ہے:

"واذا الموءدة سئلت ○ بای ذنب قتلت۔"

"اور جب زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر ماری گئی۔"

(التکویر ۸۱:۸-۹)

مزید ارشاد ہے:

"وكذالك زين لكثير من المشركين قتل اولادكم شركاء هم ليردوهم وليلبسو عليهم دينهم"

"اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کی نظر میں ان کے شرکاء نے ان کی اولاد کے قتل کو ایک اچھا فعل بنا دیا ہے تاکہ ان کو تباہ کریں اور تاکہ ان کے دین کو ان کیلئے بالکل گھپلا کر دیں۔"

(الانعام ۶:۱۳۷)

مزید ارشاد ہے:

"ولا تقتلوا اولادكم خشية املاق۔ نحن نرزقهم واياكم۔ ان قتلهم كان خطأً كبيراً"

"اور تم اپنی اولاد کو ناداری کی اندیشہ سے قتل نہ کرو۔ ہم ہی ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی۔ بے شک ان کا قتل بہت بڑا جرم ہے۔"

(بنی اسرائیل ۱۷:۱۳)

درج بالا آیات سے یہ بات صاف واضح ہے کہ ان کا تعلق جاہلیت

کی ایک نہایت قبیح اور ظالمانہ رسم سے تھا۔ ان کا فیملی پلاننگ سے دور کا بھی تعلق نہیں بنتا۔ اگر فیملی پلاننگ کا اس سے کوئی تعلق ممکن ہوتا تو حضور ﷺ کبھی بھی عزل (Cotius Interruptus) کی اجازت نہ دیتے۔ اس زمانے میں یہ فیملی پلاننگ کا واحد ممکن طریقہ تھا۔ صحیح مسلم اور صحیح بخاری، دونوں کے مطابق حضرت جابرؓ نے فرمایا:

''ہم لوگ عہد نبویؐ میں عزل کیا کرتے تھے اور قرآن نازل ہو رہا تھا۔'' آگے صحیح مسلم میں یہ الفاظ بھی ہیں:

''اگر عزل ممنوع ہوتا تو قرآن ضرور اس سے روک دیتا۔''

حضرت جابرؓ ہی سے صحیح مسلم میں ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

''ہم رسول اللہؐ کے زمانہ مبارک میں عزل کیا کرتے تھے۔ آپ کو یہ خبر پہنچی مگر آپؐ نے اس سے ہم کو منع نہیں کیا۔'' (صحیح مسلم۔ کتاب النکاح)

پس یہ امر بالکل واضح ہے کہ قتلِ اولاد بالکل الگ چیز ہے اور فیملی پلاننگ بالکل الگ چیز ہے۔

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ سورۂ بقرہ آیت ۲۲۳ کے مطابق ''تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں، تمہیں اختیار ہے جس طرح چاہو اپنی کھیتی میں جاؤ۔'' کھیتی سے انسان پیداوار ہی تو حاصل کرتا ہے اور فیملی پلاننگ تو دراصل پیداوار نہ لینے کے مترادف ہے۔ اس لیے فیملی پلاننگ خلاف اسلام ہے۔

درحقیقت یہ بات یوں نہیں ہے۔ درج بالا آیت میں شوہر کو ایک ذمہ دار کسان سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ایک ذمہ دار کسان اپنی کھیتی کو پہلے کھاد اور پانی دیتا ہے اور صرف وہی فصل بوتا ہے جس کی ضرورت ہو۔ فصل لینے کے دوران میں بھی اپنی کھیتی کی پوری حفاظت کرتا ہے اس کو بیماری کے حملے سے بچانے کی کوشش کرتا ہے اور جب فصل لے لیتا ہے تو کھیتی کو آرام کرنے کے لیے ایک وقفہ دیتا ہے تاکہ وہ دوسری فصل کے صحیح طریقہ سے قابل ہو جائے۔

جو کسان ایسا نہیں کرتا وہ ایک غیر ذمہ دار کسان ہے۔ پس درج بالا آیت تو ایک شوہر پر بہت ذمہ داری ڈالتی ہے۔ وہ یہ کہ اسے اپنی بیوی کی صحت کا پورا خیال رکھنا ہے۔ صرف اس وقت ایک نئے بچے کی تمہید باندھنی ہے جب بیوی اس کے لیے ہر طرح سے تیار ہو۔ ایک ذمہ دار شوہر حمل کے دوران میں اس کی صحت کا پورا خیال رکھتا ہے اور ایک اولاد کے بعد دوسری اولاد تک مناسب وقفہ دیتا ہے اگر وہ یوں نہیں کرتا تو وہ ایک غیر ذمہ دار شوہر ہے۔

فیملی پلاننگ اور کثرت اُمت

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ فیملی پلاننگ کثرت امت میں رکاوٹ ہے۔ کیوں کہ اس کے ذریعے سے ہماری امت عددی اعتبار سے کم رہ جائے گی۔ یہ اعتراض بھی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ امت کی کثرت کا صحیح طریقہ اسلام کی دعوت کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے اور غیر مسلموں کو اسلام کے دائرے میں لانے کی تدبیر اختیار کرنا ہے نہ کہ زیادہ بچے جننا۔ دنیا میں اس

وقت مسلمان تقریباً 22 فیصد ہیں اور غیر مسلم 78 فیصد۔ مسلمان خواہ جتنے بھی زیادہ بچے پیدا کریں اس طریقہ سے وہ عدم توازن کو دور نہیں کر سکتے۔ دراں حالیکہ اس وقت غیر مسلم آبادی کی ایک بہت بڑی تعداد کو اسلام کا پیغام ہی نہیں گیا اگر ہم ہر کام میں منصوبہ بندی سے کام لیں، اپنی حالت سنواریں، اپنا معاشرہ بہتر بنائیں اور پوری پلاننگ کے ساتھ خوبصورت طریقے سے دین کی دعوت امت کی سطح پر غیر مسلموں کے سامنے پیش کریں تو یہی اس امت کی قلت کو کثرت میں بدلنے کا صحیح طریقہ ہے۔

اس ضمن میں ایک روایت بھی پیش کی جاتی ہے جس کے مطابق "باہم شادی بیاہ کیا کرو تاکہ تمہاری کثرت ہو اور میں قیامت کے دن اپنی امت پر فخر کروں۔" یہ روایت جامع السیوطی میں تحریر ہے۔ یہ ایک ضعیف اور مرسل روایت ہے (یعنی حضور ﷺ تک اس کا سلسلہ منقطع ہے)۔

فیملی پلاننگ اور بے حیائی

یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ فیملی پلاننگ سے بے حیائی پھیلتی ہے۔ اس کے آلات کی دستیابی سے لوگوں کے اذہان جنس زدہ ہو جاتے ہیں نیز بدکاری آسان ہو جاتی ہے، اس لیے کہ حمل کا خوف جاتا رہتا ہے۔

اس دنیا میں ہر چیز کے دو رخ ہوتے ہیں۔ ایک اچھا رخ اور ایک برا رخ۔ ایک ہی چیز سے کچھ لوگ بڑے مثبت فوائد حاصل کرتے ہیں اور کچھ دوسرے لوگ اس کو منفی مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں یا بذات خود اس

چیز کے اندر ایک منفی پہلو بھی چھپا ہوتا ہے مثلاً نیوکلیئر طاقت کے ذریعے سے بجلی پیدا ہوتی ہے، بیماریوں کا علاج ہوتا ہے اور اس سے ہر ممکن مثبت کام لیا جا سکتا ہے۔ دوسری طرف یہی طاقت انسان کو تباہ بھی کر سکتی ہے۔ اسی طرح ذرائع آمدورفت کی ترقی سے پوری دنیا ایک گاؤں میں تبدیل ہوگئی ہے۔ دوسری طرف انہی چیزوں کے حادثات سے ہزاروں لاکھوں لوگ موت سے ہمکنار ہو جاتے ہیں۔ یہی حال فیملی پلاننگ کا ہے، اس کو اچھے مقصد کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے اور اس کو برے مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے تاہم اس کا مثبت پہلو اس کے منفی پہلو کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔

یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ خراب اذہان ہر برے کام کے لیے کوئی نہ کوئی طریقہ ڈھونڈ ہی لیتے ہیں مثلاً ہم جنسیت کی لعنت کے لیے تو فیملی پلاننگ کے کسی ذریعے کی ضرورت نہیں۔ اس طرح کی کئی مثالیں دی جا سکتی ہیں جن کے تذکرے کی ضرورت نہیں۔ اس لیے بے حیائی روکنے کا اصل طریقہ ہر چیز پر پابندیاں لگانا نہیں بلکہ ذہن وضمیر کی پختہ تربیت ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ آج اس دنیا میں کوئی بھی چیز کسی دوسرے ملک سے یہاں پہنچانا کچھ مشکل ہی نہیں رہا۔ فیملی پلاننگ کے ذرائع ساری دنیا میں نہایت آسانی سے دستیاب ہیں، ان پر پابندی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حقیقی ضرورت مندوں کو تو یہ چیزیں پہنچ نہیں سکیں گی اور برے لوگوں کو یہ باقاعدگی سے پہنچ جایا کریں گی۔

فیملی پلاننگ: مسلمانوں کے خلاف دشمنوں کی سازش

یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ فیملی پلاننگ ہمارے خلاف دشمن کی سازش ہے تاکہ مسلمانوں کی تعداد بڑھنے نہ پائے۔ یہ اعتراض بھی بالکل بے وزن ہے۔ اس امت کے خلاف اصل سازش تو یہ ہے کہ اس کو زیادہ سے زیادہ بے ہنگم، غیر منظّم، تعلیم سے بے بہرہ اور سائنس سے نابلند رکھا جائے۔ آبادی میں غیر منظّم اضافہ تمام پلاننگ کو درہم برہم کر کے رکھ دیتا ہے۔ اس کے برعکس ایک منظّم اور منصوبہ بند قوم اپنی تہذیب اور عملی برتری کو تمام دنیا پر قائم کر دیتی ہے۔ اسی طرح جب امت مسلمہ اپنے آپ کو برتری کے اعلیٰ ترین مقام پر لے جائے تو غیر مسلم اقوام کے قبول اسلام کی راہ کھل جائے گی۔ اس امت کی خدمت کا یہی صحیح طریقہ ہے۔

اس ضمن میں یہ دلیل بھی دی جاتی ہے کہ فیملی پلاننگ کے لیے مغربی ممالک بہت امداد فراہم کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ امداد وہ ہمارے مفاد کے لیے نہیں بلکہ اپنے مفاد کے لیے ہمیں دے رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فیملی پلاننگ دراصل مغرب کے مقاصد کو پورا کر رہی ہے۔

درج بالا نکتے کا تفصیل سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے تاکہ ہم یہ دیکھیں کہ ہمارے مفاد میں کیا ہے اور ہمیں وہ کس طرح حاصل کرنا ہے۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس دنیا میں ہر ہوش مند قوم وہی کچھ کرتی ہے جو اس کے فائدے میں ہوتی ہے۔ یہ فائدہ مثبت بھی ہو سکتا ہے اور منفی

بھی۔ اگر کوئی قوم بالکل ہی منفی ہتھکنڈے استعمال کرنے پر اتر آئے اور پوری انسانیت کی تباہی کا سامان کرنے لگے تو قدرت اپنے انتظام کے تحت اس کا ہاتھ روک دیتی ہے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ نمبر چار پر ہونے والی بحث)۔ تاہم یہ بھی ممکن ہے کہ ایک خاص فعل ایک قوم کے بھی مفاد میں ہو اور وہی فعل کچھ اور وجوہات کی بناء پر دوسری قوم کے فائدے میں بھی جاتی ہو۔ ایسی صورت میں حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ پرامن بقائے باہمی کے اصول کے تحت ایک دوسرے سے تعاون کیا جائے۔

اگر غیر ترقی یافتہ ممالک کی آبادی بے محابا بڑھتی رہی تو اس سے ترقی یافتہ ملکوں کو کئی طرح کے خطرات لاحق ہونے کا اندیشہ ہے مثلاً تیسری دنیا میں غربت اور بے روزگاری کی شرح بڑھنے سے بے اطمینانی میں اضافہ ہوگا، انتہا پسندانہ سوچ بڑھے گی جس کے نتیجے میں بار بار انقلاب آئیں گے۔ ایسی حکومتیں برسراقتدار آسکتی ہیں جو عالمی امن کے لیے خطرہ ثابت ہوں، انتہا پسند لوگ دہشت گردی کی طرف مائل ہو سکتے ہیں جس کا نتیجہ ترقی یافتہ ملکوں کی مزید پریشانی کی صورت میں نکلے گا۔

جب غربت اور بے روزگاری میں اضافہ ہوگا تو بے شمار لوگ مہم جو بن کر ترقی یافتہ ملکوں میں غیر قانونی طور پر داخل ہونے کی کوشش کریں گے جس کی وجہ سے ان ممالک کے اندر جرائم، منشیات اور بے روزگاری میں اضافہ ہوگا نیز امن وامان کے مزید انتظامات پر بھی بہت خرچ آئے گا۔

ترقی یافتہ ممالک یہ بھی اندیشہ رکھتے ہوں گے کہ غیر ترقی یافتہ ممالک کی آبادی تیزی سے بڑھنے اور اس کے مقابلے میں ترقی یافتہ ممالک کی آبادی نہ بڑھنے کے نتیجے میں توازن آبادی اس حد تک بگڑنے کا امکان ہے جس کے نتیجے میں ان کی بالادستی کمزور ہو جائے گی۔

اگر درج بالا عوامل کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلے دو عوامل تو مثبت ہیں جبکہ تیسرا منفی ہے۔ اس تیسرے عامل کے ضمن میں درج ذیل حقائق کی بنیاد پر مزید غور وفکر کی ضرورت ہے۔

ایک یہ کہ اگر کیفیت بمقابلہ کمیت **(Quality versus Quantity)** کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ کوئی حقیقی خطرہ نہیں ہے۔ آج اصل اہمیت علم اور سائنس کی ہے۔ ٹیکنالوجی سے لیس ایک انسان، تہی دست سو افراد پر بھاری ہے۔ ترقی یافتہ ممالک ٹیکنالوجی کے اعتبار سے جس مقام پر ہیں اور دن بدن وہاں اس میدان پر جس طرح تحقیق ہو رہی ہے اس کے مقابلے میں پس ماندہ ممالک ٹیکنالوجی اور تحقیق کے میدان میں جتنا پیچھے اور اس سے غافل ہیں اگر یہی صورتحال جاری رہی تو آئندہ ایک لمبے عرصے میں ترقی یافتہ ممالک کو اس میدان میں کوئی خطرہ درپیش نہیں ہے۔

دوسری حقیقت یہ ہے کہ جو ممالک کسی حد تک ترقی یافتہ ممالک کے مقابل آرہے ہیں وہ بھی غیر مسلم ممالک ہیں مثلاً چین، بھارت اور ارجنٹائن وغیرہ۔ یہ بات سبھی کے علم میں ہے کہ ان ممالک کے اندر ترقی کے ساتھ ساتھ

فیملی پلاننگ بھی بڑے زور وشور سے ہو رہی ہے۔ اگر فیملی پلاننگ صرف مسلمانوں کے خلاف ایک سازش ہوتی تو ان غیر مسلم ممالک میں فیملی پلاننگ پر سرے سے عمل ہی نہ کیا جاتا۔

تیسری حقیقت یہ ہے کہ مسلمان ممالک کے اندر ایک طرف تو فیملی پلاننگ پر عمل نہیں ہو رہا اور دوسری طرف ترقی کے بجائے تنزل کی طرف سفر جاری ہے۔ تیل پیدا کرنے والے ممالک کی آمدنی دن بدن کم ہو رہی ہے۔ جہاں فی کس آمدنی بڑھ رہی ہے، وہاں مہنگائی رفتار میں اس سے تیز تر ہے۔ بمشکل دو ممالک ایسے ہیں جہاں ترقی ہو رہی ہے مثلاً ملائیشیا اور ترکی۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ یہی ممالک فیملی پلاننگ پر بھی عمل پیرا ہیں۔

چوتھی حقیقت یہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک نے پچھلے پانچ سو برسوں میں ہمیشہ بہتر حکمت عملی سے کام لیا ہے مثلاً جب یورپ کے اندر آبادی بڑھنے لگی تو وہاں کے باشندوں نے امریکہ اور آسٹریلیا کی شکل میں نئی دنیائیں دریافت کر لیں اور ایشیاء افریقہ کے بڑے علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ بعد میں جب انہوں نے دیکھا کہ زیادہ آبادی ان کے راستے میں رکاوٹ بن رہی ہے تو انہوں نے فیملی پلاننگ کے طریقے ایجاد کر لیے۔ اب بھی یہ ان کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے کہ اگر وہ سمجھیں کہ توازن آبادی فیصلہ کن صورت میں ان کے خلاف ہو رہا ہے تو وہ فوری طور پر پلاننگ کے تحت آبادی بڑھانا شروع کر دیں۔ قدرتی وسائل، زمین اور سرمایہ سبھی کچھ ان کے پاس دوسروں سے زیادہ ہے۔

درج بالا حقائق کی وجہ سے یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ آبادی کا عدم توازن مغرب کے لیے کوئی بڑا خطرہ نہیں ہے ان کے لیے اصل عوامل پہلے دو ہیں جن کی وجہ سے وہ پس ماندہ دنیا میں فیملی پلاننگ کو آگے بڑھانے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔

اس کے مقابلے میں اگر ہم اپنے نقطہ نظر سے اس مسئلے کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خود مثبت بنیادوں پر یہ بات ہمارے مفاد میں ہے کہ ہم فیملی پلاننگ سے کام لیں۔ اس طرح ہم اپنی نئی نسل کی تعلیم، صحت اور تربیت کی طرف زیادہ توجہ دے سکیں گے۔ ہمارے تمام وسائل آبادی کی بڑھوتری کی نذر ہونے کے بجائے انہیں سائنس اور ٹیکنالوجی کے حصول کی طرف منتقل کیا جا سکے گا۔ ہمارے لئے قومی منصوبہ بندی میں آسانی ہوگی۔ غربت اور انتہا پسندی پر قابو پایا جا سکے گا۔ دوسروں کی محتاجی سے ہم رفتہ رفتہ نکل سکیں گے۔ یوں اسی طریقے سے کام لیتے ہوئے ہم آہستہ آہستہ ترقی یافتہ ممالک کے ہم پلہ ہو سکیں گے۔

اس بحث سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ فیملی پلاننگ سے پس ماندہ ممالک کو زیادہ فوائد متوقع ہیں۔ کچھ وجوہات کی بناء پر ترقی یافتہ ممالک کو بھی اس سے دلچسپی ہے مگر درحقیقت یہ چیز خود ہمارے مفاد میں ہے۔

بعض اوقات ایک اور سوال بھی پیش کیا جاتا ہے وہ یہ کہ فیملی پلاننگ پر جو رقم خرچ ہو رہی ہے، اسے ملکی ترقی پر کیوں نہ خرچ کیا جائے اور دوسرا یہ کہ

فیملی پلاننگ کے بجائے ایسے طریقے کیوں نہ دریافت کئے جائیں جن کے ذریعے کثرت آبادی سے مثبت کام لیا جا سکے۔ پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ فیملی پلاننگ پر پس ماندہ ممالک میں جو رقم خرچ ہوتی ہے وہ بجٹ کے اعشاریہ ایک فیصد سے بھی کم ہوتی ہے جبکہ اس کے ضمنی فوائد اس سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں۔ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ موجودہ آبادی کی صحیح پلاننگ اور تعلیم و تربیت تو یقیناً ضروری ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کو رواج دیا جائے۔

فیملی پلاننگ کے طریقوں کے نقصانات

بسا اوقات اس بات پر بھی بہت زور دیا جاتا ہے کہ فیملی پلاننگ کے ہر طریقے کے کچھ ناپسندیدہ یا مضر ذیلی اثرات بھی ہوتے ہیں۔ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ہر طبی طریقے کے کچھ ذیلی اثرات بھی ہوتے ہیں لیکن اس کی وجہ سے ان چیزوں کا استعمال ترک نہیں کیا جاتا مثلاً ہر دوا کے ذیلی اثرات ہوتے ہیں، ہر آپریشن میں انسان موت سے ہمکنار ہوسکتا ہے، سڑک پر سفر کرنے والا اور ہوائی جہاز کا ہر مسافر حادثے کا شکار ہوسکتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ان سب چیزوں کے استعمال پر پابندی لگا دی جائے۔ یہی صورت خاندانی منصوبہ بندی کے طریقوں کی ہے۔ ہمیں بہتر طریقوں کی تلاش جاری رکھنی چاہیئے۔ یہی مثبت راستہ ہے، ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ کس خاندان کے لیے کون سا طریقہ سب سے مناسب ہوگا لیکن ذیلی اثرات کے ڈر سے ان

طریقوں کو ترک کرنا کوئی دانشمندانہ فعل نہیں۔ جبکہ ان ذیلی اثرات کا علاج ممکن ہے۔

چند روایات کا صحیح مفہوم

احادیث رسولؐ سے فائدہ اٹھانے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک موضوع سے متعلق تمام روایات کا وقت نظر سے مطالعہ کیا جائے، ان کو قرآن مجید کے ارشادات کے تحت سمجھا جائے اور جن روایات کا مفہوم متعین کرنے میں مشکل پیش آتی ہو، انہیں ان جیسی دوسری روایات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

جب ہم فیملی پلاننگ سے تعلق رکھنے والی تمام روایات کا وقت نظر سے مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں ہمیں تین طرح کی روایات نظر آتی ہیں۔ ایک وہ روایات جن میں حضور ﷺ نے اس زمانے میں رائج فیملی پلاننگ کے واحد طریقے یعنی عزل کی اجازت دی ہے۔ دوسری وہ روایات جن میں حضور ﷺ نے اس کی اجازت تو دی مگر اس کے ساتھ کچھ مزید باتیں بھی ارشاد فرمائی ہیں اور تیسرے گروپ میں وہ روایات شامل ہیں جن سے بظاہر فیملی پلاننگ کی نفی ہوتی ہے چنانچہ ہم ان تینوں گروپوں کا مطالعہ کریں گے۔

جن احادیث میں عزل کی غیر مشروط اجازت دی گئی ہے وہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں روایت کی گئی ہیں مثلاً حضرت جابرؓ سے صحیح مسلم میں یہ

روایات مذکور ہیں:

''ہم عزل کرتے تھے اور قرآن اترتا تھا اور اسحاق کی روایت میں یہ بھی ہے کہ سفیان نے کہا کہ اگر عزل برا ہوتا تو قرآن مجید میں اس کی نہی اترتی۔''

قرآن مجید کے نزول کے وقت جتنے خلاف اسلام امور سرزمین عرب میں رائج تھے، انہیں قرآن مجید نے نام لے لے کر صراحت کے ساتھ منع کر دیا اور باقی زمانوں کے لیے اصول دے دیئے چنانچہ اگر عزل ممنوع ہوتا تو قرآن مجید لازماً اس سے روک دیتا۔

احادیث کا دوسرا گروپ وہ ہے جن میں حضور ﷺ نے عزل سے منع نہیں فرمایا مگر اس کے ساتھ کچھ سوالات کیئے اور کچھ اصولی باتوں کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کی مثلاً ابوسعید خدریؓ کے ایک سوال کے جواب میں آپؐ نے فرمایا:

''تم اگر یہ کرو تو بھی حرج نہیں اور اگر نہ کرو تو بھی کچھ حرج نہیں۔ اس لیے کہ پروردگار نے قیامت تک جس روح کی پیدائش لکھی ہے، وہ تو پیدا ہو کر رہے گی۔''

اسی جواب کو ایک اور روایت میں یوں بیان کیا گیا ہے:

''تم یہ کرتے ہی رہو گے (یہ بات آپؐ نے تین دفعہ ارشاد فرمائی) اور قیامت کے دن تک پیدا ہونے والی روح ضرور پیدا ہو کر رہے گی۔''

اسی جواب کو ایک اور روایت میں یوں بیان کیا گیا ہے:

''آپؐ نے فرمایا: تم عزل کیوں کرتے ہو۔ آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ ایسا مت کرو۔ اس لیے کہ پیدا ہونے والی ہر جان کو اللہ لازماً پیدا کر کے رہے گا۔''

حضور ﷺ کے ان ارشادات کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی تدبیر ہی کو سب کچھ نہ سمجھ لے۔ وہ اپنی تدبیر کرتا رہے گا مگر قدرت کی طرف سے تقدیر اپنی کچھ مصلحتوں کے تحت اپنے فیصلے صادر کرتی رہے گی۔ جہاں تک فیملی پلاننگ کا تعلق ہے، یہ بچوں کو روکنے کی نہیں بلکہ ان میں مناسب وقفہ لانے کی تدبیر ہے یعنی یہ کہ قیامت تک جتنے بچے پیدا ہونے ہیں وہ ضرور پیدا ہوں مگر ایک پلاننگ کے تحت ہوں، بغیر مناسب تیاری کے پیدا نہ ہوں۔ جب انسان اس کے لیے کوشش کرے گا تو پروردگار اپنے قانون کے تحت اس کی کوشش کو بارآور کرے گا اور کبھی اس کی کوشش کامیاب نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ قدرت کے فیصلے پوری کائنات اور عالم انسانیت کی حکمتوں اور مصلحتوں کو سامنے رکھ کر کیئے جاتے ہیں۔

تیسرے گروپ میں صرف دو روایات ہیں جو بظاہر فیملی پلاننگ کے خلاف محسوس ہوتی ہیں۔ مسلم کتاب النکاح میں ایک خاتون حضرت جدامہؓ بنت دھب سے روایت ہے کہ ''جب لوگوں نے حضور ﷺ سے عزل کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ ''واد خفی'' ہے۔ یہی ہے وہ مؤدۃ جس

کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا۔''

اس حدیث پر تین بڑے اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ اگر عزل اتنا بڑا گناہ ہے کہ یہ ایک زندہ انسان کو دفن کرنے کے مترادف ہے تو پھر یہ لازم تھا کہ حضورؐ اس سے نہایت واضح الفاظ میں تمام لوگوں کو منع فرماتے، بار بار منع فرماتے اور ضروری تھا کہ یہ روایت کئی دوسرے صحابہؓ کے ذریعے بھی ہمیں پہنچی ہوتی۔ اس لیے کہ اس کا تعلق اس معاملے سے ہے جس سے ہر شادی شدہ انسان کو روز واسطہ پیش آتا ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا بالکل نہیں ہے اور اس کی تائید میں دوسری کوئی روایت نہیں ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ حدیث پہلے اور دوسرے گروپ کی بیسیوں صحیح ترین روایات سے متضاد اور متعارض ہے اگر ہم اس کو مان لیں تو ہمیں اس باب میں باقی تمام روایات کا انکار کرنا پڑے گا۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ ایک اور حدیث میں اس بات کی وضاحت آئی ہے یہ اس سے بھی متضاد ہے۔ ابو داؤد اور ترمذی کی روایت کے مطابق ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ میری ایک کنیز ہے جس سے ملاپ کے وقت میں عزل کرتا ہوں اس لیے کہ میں اس کا حاملہ ہونا پسند نہیں کرتا مگر یہود کہتے ہیں کہ عزل بھی ایک چھوٹی قسم کی مؤدۃ (یعنی بچی کو زندہ درگور کرنا) ہے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا ''یہود جھوٹے ہیں اگر اللہ کسی کو پیدا کرنا چاہے تو تم اسے روک نہیں سکتے۔''

درج بالا حدیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ دراصل یہودیوں کے کسی گروہ کا قول تھا اور حضورؐ نے اس کی تردید فرمائی چنانچہ اگر اس حدیث اور پہلے اور دوسرے گروہ کی تمام احادیث کی روشنی میں ہم زیر بحث روایت پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر بھی حضورؐ نے یہودیوں کے اس قول کی تردید فرمائی ہوگی مگر درمیانی راویوں (یعنی وہ لوگ جن سے یہ روایت ہمیں پہنچی ہے) میں سے کسی راوی کے بات کو پوری طرح یاد نہ رکھ سکنے کے سبب اس میں یہ کمزوری در آئی۔

تیسرے گروپ ہی کی ایک اور روایت، جو ابوداؤد میں تحریر ہے، کے مطابق حضورؐ نے فرمایا:

''خوب محبت کرنے والی اور خوب بچے جننے والی عورت سے شادی کرو کیونکہ میں تمام امتوں کے مقابلے میں اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا۔''

اس روایت میں دو بڑی اندرونی کمزوریاں ہیں۔ پہلی کمزوری یہ ہے کہ شادی سے پہلے بھلا کس کو یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ اس کی بیوی اس سے خوب محبت کرے گی یا نہیں۔ اس کا کوئی علمی یا عقلی معیار مقرر نہیں کیا جاسکتا۔ بیوی کا شوہر سے محبت کرنے کا انحصار صرف اس خاتون کی عادت پر نہیں بلکہ خاوند کے رویئے اور بہت سے دوسرے عوامل پر بھی ہوتا ہے چنانچہ یہ ممکن نہیں کہ پہلے سے یہ اندازہ لگا لیا جائے کہ کسی خاص خاتون میں محبت کرنے کا داعیہ کتنا

مضبوط ہے۔

اس روایت کی دوسری کمزوری یہ ہے کہ عملی یا عقلی طریقے سے یہ معلوم کرنا بھی ناممکن ہے کہ کون سی خاتون زیادہ بچے جننے والی ہے۔ سوائے ان خواتین کے جن میں کسی واضح نقص کی وجہ سے بچے کی ولادت ممکن نہ ہو، باقی تمام خواتین اس صلاحیت سے بہرہ ور ہوتی ہیں لیکن پوری صلاحیت رکھنے کے باوجود بعض اوقات حمل نہیں ہوتا۔ بسا اوقات ایک خاص مرد سے کسی خاتون کے ہاں بچے نہیں ہوتے لیکن جب کسی دوسرے مرد سے اس کی شادی ہو جاتی ہے تب اس کے کئی بچے پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ بعض خاندانوں کی عورتوں میں بچے پیدا کرنے کی صلاحیت دوسروں سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے کہ کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو بہنوں میں سے ایک کے ہاں کئی بچے پیدا ہوئے جب کہ دوسری بہن اولاد کی نعمت سے محروم رہی چنانچہ یہ بات واضح ہے کہ ایسا کوئی سائنسی آلہ یا مشاہدہ آج تک دریافت نہیں ہوا جس سے کسی خاتون کی اس تخلیقی صلاحیت کا پہلے سے اندازہ لگایا جائے۔

ممکن ہے کہ اس کی یہ تاویل پیش کی جائے کہ ایسی بیوی یا مطلقہ خاتون سے شادی کی جائے جس کے ہاں بہت سارے بچے پیدا ہو چکے ہوں لیکن یہ تاویل بھی صحیح نہیں اس لیے کہ ایسی خاتون اس وقت اپنی ڈھلتی عمر کی وجہ سے مزید بچے پیدا کرنے کے قابل نہیں رہ گئی ہوگی۔

عقل عام کی بنیاد پر درج بالا دونوں کمزوریوں کی وجہ سے اس روایت

کو صحیح ماننا ممکن نہیں۔ اس لیے کہ وحی، عقل اور سائنسی علم کا سرچشمہ ایک یعنی ذات خداوندی ہی ہے چنانچہ یہ ممکن نہیں کہ اس پروردگار کا نمائندہ یعنی رسولؐ وحی کی بنیاد پر ایک ایسی بات فرمادے جو علمی سائنسی اور مشاہداتی اعتبار سے محل نظر ہو۔

عقل وفطرت کی بنیاد پر احادیث کے پرکھنے کو محدثین کی اصطلاح میں ''درایت'' کہتے ہیں۔ اس معیار کے پیچھے یہ اصول کارفرما ہے کہ عقل و فطرت اور وحی دونوں پروردگار کی نعمتیں ہیں اس لیے ان دونوں میں تضاد ممکن نہیں۔

فیملی پلاننگ کے مستقل ذریعے

جیسا کہ معلوم ہے فیملی پلاننگ کے کچھ ذریعے عارضی اور کچھ طریقے مستقل ہوتے ہیں۔ بعض لوگ ان کے درمیان فرق کر کے عارضی طریقوں کو جائز اور مستقل طریقوں کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک موخرالذکر طریقوں کو ناجائز سمجھنے کی بنیاد موجود نہیں ہے۔ یہ طریقے عموماً اس وقت استعمال میں لائے جاتے ہیں جب کسی دوسری بیماری یا مسئلے کے باعث ایک خاتون مزید حمل سے بالکل ہی گریز کرنا چاہتی ہو یا فیملی پلاننگ کے عارضی طریقوں کے خراب ذیلی اثرات ظاہر ہو رہے ہوں یا خاندان پوری طرح مکمل ہو چکا ہو اور ایک خاتون کے ہاں بچوں کی کافی تعداد تولد ہو چکی ہو اور اپنے وسائل کی کمی کے سبب اس کے لیے عارضی طریقوں کا خرچ یا اس کا تسلسل

برقرار رکھنا بہت مشکل ہو۔ ایسی صورتوں میں مستقل طریقہ اپنانے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ یہی زیادہ قابل ترجیح ہے۔

بعض اوقات یہ دلیل دی جاتی ہے کہ ایسا کرنا قانون فطرت کے خلاف ہے اس لیے یہ غلط ہے۔ یہ صحیح دلیل نہیں ہے جس طرح کوئی بھی اور آپریشن جس کے ذریعے سے کسی معذور یا بیمار عضو کو نکالا جاتا ہے یا کسی مصنوعی عضو کو جزو بدن بنایا جاتا ہے، جائز ہے اسی طریقے سے یہ بھی جائز ہے۔ قانون فطرت یہ ہے کہ ایک عورت کے ہاں شادی کے بعد بچے ہوں۔ اب اگر ایسا ہو گیا ہے اور بچوں کی تعداد میاں بیوی کے اطمینان کے مطابق پوری ہو گئی ہے تو قانون فطرت پورا ہو گیا۔ ہاں اس وقت یقیناً قانون فطرت کی خلاف ورزی ہوگی جب ایک خاتون کو بچے پیدا کیے بغیر ایسے آپریشن پر مجبور کر دیا جائے۔

بعض اوقات اس کے خلاف یہ عقلی دلیل دی جاتی ہے کہ اگر کسی ایسی خاتون کے تمام بچے خدانخواستہ کسی حادثے کا شکار ہو جائیں تو اس صورت میں وہ مزید بچے پیدا کرنے کے قابل نہیں ہوگی یقیناً ایسی صورت پیش آ سکتی ہے مگر ایسی بھی بہت سی صورتیں ممکن ہیں جن میں فیملی پلاننگ کے طریقوں کو اختیار کیے بغیر ہی ایسا ہو جائے مثلاً ایک خاتون کے بچے پیدا کرنے کی عمر گزر گئی ہے اور اس کے سارے بچے حادثے کا شکار ہو گئے، تب کیا کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے موہوم خطرات کو وجہ بناتے ہوئے ایک سائنسی اور علمی چیز کو نہیں

جھٹلانا چاہئے شاید ہمارے ملک میں پچھلے پچاس سال کے دوران میں ایسے حادثات کی تعداد لاکھوں میں سے دس بھی نہیں ہوگی جن میں کسی حادثے میں ایک جوڑے کے سارے بچے فوت ہو گئے ہوں، دونوں میاں بیوی بچ گئے ہوں اور بیوی ابھی بچے پیدا کرنے کی عمر میں ہو۔

مستقل طریقہ اختیار کرنے کا فیصلہ یقیناً سوچ سمجھ کے کرنا چاہئے لیکن جب کرلیا جائے تب مستقبل کے متعلق پروردگار سے دعا مانگ کر، تمام حفاظتی تدابیر کو استعمال کرتے ہوئے اس پر توکل کر لیا جائے اور موہوم اندیشوں کو اپنے دل میں کوئی جگہ نہ دی جائے۔

واضح رہے کہ اب حقیقت میں کسی بھی طریقے کو مستقل کہنا مناسب نہیں، اس لیے کہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے بند نالیوں کو دوبارہ کھولا جا سکتا ہے اور ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعے سے ہر رکاوٹ کو ختم کر کے بچوں کی نعمت سے سرفراز ہوا جا سکتا ہے چنانچہ عملی اعتبار سے اب یہ بحث بہت اہمیت کی حامل نہیں۔

باب چہارم

پلاننگ اور آج کا پاکستان

آج ہر طرح کی پلاننگ کے حوالے سے ہم ایک افسوس ناک صورتحال سے دوچار ہیں۔ ایک فرد کی سطح سے لے کر سب سے اوپر ریاستی سطح تک، ہر طرف پلاننگ کا فقدان نظر آتا ہے۔ ایک نوجوان تعلیم حاصل کرتا ہے مگر اسے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا مقصد کیا ہے۔ وہ کیا بننا چاہتا ہے اور ان کے لیے کونسی کوشش درکار ہے۔ اسی نوجوان کی جب شادی ہوتی ہے تو اسی وقت اس بندھن کا اس کے نزدیک یہی مفہوم ہوتا ہے کہ اب گھر میں بچے آئیں گے لیکن اس سے آگے اس کے سامنے کچھ واضح نہیں ہوتا کہ اس کا اس کی زندگی پر، اس کی بیوی کی زندگی پر اور آنے والے بچے کی زندگی پر کیا اثر پڑے گا۔ ایک خاتون کے لیے پہلا حمل خصوصی طور پر حساس اور خطروں بھرا ہوتا ہے مگر ہمارے ہاں شاذو نادر ہی معمول کے چیک اپ کو کوئی اہمیت دی جاتی ہے۔ راقم وہ لمحہ کبھی بھی بھول نہیں سکتا جب شہر کے مضافات میں رہنے والی ایک خاتون اس کے پاس لائی گئی۔ اس نوجوان خاتون کے حمل کا آٹھواں مہینہ تھا۔ پچھلے چار دن سے اسے غشی کے دورے پڑ رہے تھے۔ رشتہ داروں نے سوچا کہ یہ جنات کی کارستانی ہے چنانچہ یہ دن تعویذ گنڈوں میں ضائع ہوئے۔ جب حالت بہت غیر ہوگئی تو طبی معائنے کے لیے لے آئے۔ معلوم

باب چہارم

پلاننگ اور آج کا پاکستان

آج ہر طرح کی پلاننگ کے حوالے سے ہم ایک افسوس ناک صورتحال سے دوچار ہیں۔ ایک فرد کی سطح سے لے کر سب سے اوپر ریاستی سطح تک، ہر طرف پلاننگ کا فقدان نظر آتا ہے۔ ایک نوجوان تعلیم حاصل کرتا ہے مگر اسے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا مقصد کیا ہے۔ وہ کیا بننا چاہتا ہے اور ان کے لیے کونسی کوشش درکار ہے۔ اسی نوجوان کی جب شادی ہوتی ہے تو اسی وقت اس بندھن کا اس کے نزدیک یہی مفہوم ہوتا ہے کہ اب گھر میں بچے آئیں گے لیکن اس سے آگے اس کے سامنے کچھ واضح نہیں ہوتا کہ اس کا اس کی زندگی پر، اس کی بیوی کی زندگی پر اور آنے والے بچے کی زندگی پر کیا اثر پڑے گا۔ ایک خاتون کے لیے پہلا حمل خصوصی طور پر حساس اور خطروں بھرا ہوتا ہے مگر ہمارے ہاں شاذ و نادر ہی معمول کے چیک اپ کو کوئی اہمیت دی جاتی ہے۔ راقم وہ لمحہ کبھی بھی بھول نہیں سکتا جب شہر کے مضافات میں رہنے والی ایک خاتون اس کے پاس لائی گئی۔ اس نوجوان خاتون کے حمل کا آٹھواں مہینہ تھا۔ پچھلے چار دن سے اسے غشی کے دورے پڑ رہے تھے۔ رشتہ داروں نے سوچا کہ یہ جنات کی کارستانی ہے چنانچہ یہ دن تعویذ گنڈوں میں ضائع ہوئے۔ جب حالت بہت غیر ہو گئی تو طبی معائنے کے لیے لے آئے۔ معلوم

ہوا اس کو Eclampsia نامی بیماری لاحق ہوگئی ہے۔ یہ بیماری حاملہ خواتین کو لاحق ہوسکتی ہے اور اگر ایسی خاتون معمول کا چیک اپ جاری رکھے تو اس کے علامات ظاہر ہونے سے بیشتر ہی ڈاکٹر اس کا پتہ لگا لیتا ہے اور اس کا تدارک ہو جاتا ہے بہرحال مذکورہ بالا خاتون بچ تو گئی مگر اس پر ہزاروں روپے لگ گئے۔ بچہ ضائع ہوگیا۔ کئی ہفتے ہسپتال میں رہنا پڑا، وہ مستقل مرگی کی مریضہ بن گئی اور اس کی نوجوانی یوں خاک ہوگئی کہ وہ بیس سال کی عمر میں ایک ادھیڑ خاتون نظر آنے لگی۔ اس بیماری کے وقت اس کا خاوند بھی موجود نہیں تھا اس لیے کہ وہ شادی کے دو مہینے بعد دوبئی چلا گیا تھا۔

اسی طرح ایک اور خاتون کا قصہ بھلائے نہیں بھولتا۔ اس خاتون کی عمر پچاس برس کے لگ بھگ تھی۔ اس کے تیرہ بچے تھے اور چودھواں بچہ پیٹ میں تھا۔ اس کو پچھلے دس سال سے فالج کے وقتی دورے پڑ رہے تھے، ہر ولادت کے وقت اس کو جان کے لالے پڑ جاتے تھے مگر وہ کسی نہ کسی طرح بچ جاتی تھی۔ معائنے سے معلوم ہوا کہ اسے شوگر بھی ہے اور بلڈ پریشر بھی۔ اس کے خاوند سے، جو ابھی چلے سے لوٹا تھا، درخواست کی گئی کہ آئندہ فیملی پلاننگ کے طریقوں سے کام لے۔ یہ سنتے ہی اس نے کہا کہ یہ مداخلت فی الدین ہے، یہ سلسلہ تو جاری رہے گا۔ موت کو جب آنا ہے تو آ جائے۔ رہے بچے تو ان کا بھی اللہ مالک ہے۔

یہ ایک معمول ہے کہ آٹھ، دس یا بارہ تیرہ بچے ایک خاتون کے ہو

چکے ہوتے ہیں۔ اگلی دفعہ جب ماہواری میں تاخیر ہو جاتی ہے تو خاتون کو تشویش لاحق ہو جاتی ہے کہ کیا پھر حمل ٹھہر گیا ہے پھر جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ حمل موجود ہے تو پھر وہ روتی ہے اور چیختی چلاتی ہے کہ اس کا اسقاط کیا جائے اور اس اسقاط کے لیے وہ ایسی مختلف مشہور جگہوں پر جاتی ہے لیکن اگر اس سے پوچھا جائے کہ اس نے حمل سے پہلے ہی فیملی پلاننگ کے طریقوں سے کیوں کام نہیں لیا تو اس کا سوائے خاموشی کے اور کوئی جواب نہیں ہوتا۔

یہاں مقابلے بھی ہوتے ہیں مثلاً کسی خاتون کے آٹھ بچے ہیں جن میں پانچ لڑکیاں اور تین لڑکے ہیں۔ اب وہ اور اس کا خاوند چاہتے ہیں کہ مزید بچے بھی آئیں۔ جب پوچھا جاتا ہے کہ اتنی بڑی فیملی کے بعد اب مزید بچوں کی کیا ضرورت ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ دراصل خاوند کے دوسرے بھائی کے پانچ لڑکے ہیں چنانچہ ان سے سکور برابر کرنا ہے۔

عام طور پر جب پانچ چھ بچوں کی پیدائش کے بعد میاں بیوی کو وقفے کا مشورہ دیا جاتا ہے تو عام طور پر یہ جواب ملتا ہے کہ یہ تو قدرت کا کھیل ہے، اس میں ہمارا کیا دخل۔ یہ جواب دینے والے عموماً اپنے باقی معاملات میں کوئی اچھے مسلمان نہیں ہوتے۔ جھوٹ، غیبت، خیانت، فراڈ، کام چوری، لڑائی جھگڑے روزمرہ، معمول ہوتے ہیں۔ حقوق العباد کی طرف کوئی توجہ نہیں مگر بس ایک سلسلہ ہے جو چل رہا ہے۔ یہ روّیے صرف غیر تعلیم یافتہ لوگوں ہی کے نہیں بہت سے تعلیم یافتہ لوگ بھی مسئلے کی تہہ کو پہنچے بغیر اپنے معاملات چلاتے ہیں۔ ایک

اعلیٰ تعلیم یافتہ فرد کے ہاں جب شادی کے دو سال کے اندر اندر دو بچوں کی ولادت ہوگئی تو اسے فیملی پلاننگ کے طریقے استعمال کرنے کا مشورہ دیا گیا مگر اس نے کہا کہ رزق دینے والی ذات تو پروردگار کی ہے، ہمیں اس میں دخل دینے کی کیا ضرورت بہر حال بڑی مشکل سے اسے قائل کیا گیا۔

ہمارے یہاں خاندان کس طرح تشکیل پذیر ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں ایک خاندان کا تذکرہ مناسب ہے۔ ایک خاندان جس کی سربراہ سڑسٹھ یا ستر سالہ ایک خاتون ہے۔ اس خاتون کی شادی اپنے گاؤں میں نو یا دس سال کی عمر میں ہوئی جبکہ ابھی اسے پہلی ماہواری بھی نہیں آئی تھی، جب وہ بالغ ہو گئی تو اس کے بچے ہونے شروع ہوئے۔ اس کے کل نو بچے پیدا ہوئے جن میں سے پانچ مر گئے، کچھ ڈیلوری کے وقت اور کچھ بعد میں۔ شادی کے پندرہ بیس سال بعد خاوند کو دمے کا مرض لاحق ہوگیا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ خاوند آٹے کی چکی میں کام کرتا تھا جب بیماری کی وجہ سے خاوند کام کے قابل نہ رہا اور گاؤں میں دوکانداروں نے قرض دینے سے انکار کیا تو خاتون شہر میں آگئی اور ایک گھر میں کام کاج کرنے لگی۔ کچھ مدت بعد اس نے خاوند اور بچوں کو بھی شہر بلوا لیا۔ آخری تین بچے خاوند کی اس بیماری کے دوران میں پیدا ہوئے۔ وہ آٹھ دس سال کی بیماری کے بعد فوت ہو گیا۔ اس خاتون کے زندہ چار بچوں میں سے دو لڑکیاں اور دو لڑکے ہیں۔ پہلی لڑکی کے مزید سات بچے ہیں، ان میں بڑے دو بچوں کی شادیاں ہو چکی ہیں اور ان کے بھی اب دو دو تین تین

بچے ہیں۔ ان میں سے کسی نے تعلیم حاصل نہیں کی۔ دوسری لڑکی کے سات لڑکے ہیں، لڑکی کوئی نہیں۔ اس لڑکی کا خاوند کبھی نشہ اور کبھی مزدوری کرتا ہے۔ لڑکی بھی مزدوری کرتی ہے، بچوں میں سے تین ذہنی طور پر پسماندہ ہیں، دو بچے پچھلے کئی برس سے لاہور بھاگ گئے تھے اب ان سے کوئی خاص رابطہ نہیں۔ آخری دو بچوں کو دینی مدرسہ میں حفظ کے لیے بھیج دیا گیا ہے لیکن ابھی بچوں کی آمد کا سلسلہ جاری ہے۔ یہ سب لوگ ایک کمرے کے کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ خاتون سربراہ کے ایک لڑکے کی پہلی بیوی سے پانچ بچے ہیں جن میں سے تین فوت ہو گئے، پہلی بیوی سے ان بن ہو گئی چنانچہ اس علیحدگی کے بعد اس نے ایک اور شادی کر لی جس سے اب اس کے مزید تین بچے ہیں، وہ سوزوکی ڈبہ چلاتا ہے۔ آخری بچوں میں سے ایک کو اس نے گورنمنٹ سکول میں داخل کر دیا ہے۔ وہ کرائے کے ایک کمرے کے گھر میں رہتا ہے۔ سربراہ خاتون کے دوسرے لڑکے کے چھ بچے ہیں۔ اس کے بعد وہ سعودی عرب چلا گیا چنانچہ ''مجبوراً منصوبہ بندی'' ہو گئی بہرحال اس کی بیوی چونکہ نسبتاً ہوشیار ہے وہ خود بھی کام کرتی ہے اور اسے معلوم ہے کہ اسے بلڈ پریشر ہے چنانچہ جب اس کا خاوند گھر آتا ہے تو وہ فیملی پلاننگ کے طریقوں سے کام لیتی ہے۔ اس کی پہلی لڑکی کی بھی پندرہ برس کی عمر میں شادی ہو گئی ہے اور اب اس کے بھی تین بچے ہیں۔ دو بڑے لڑکے ذہنی طور پر نسبتاً پسماندہ ہیں (ذہنی پسماندگی کی بنیادی وجہ ہمارے معاشرے میں خاندان کے اندر کی شادیاں ہیں)۔ وہ

ایک ہوٹل میں کام کرتے ہیں۔ آخری دو بچے سکول جاتے ہیں، بڑے لڑکے میں سے ایک کی منگنی اپنے چچا کی اس لڑکی سے ہو چکی ہے جس کی ماں اپنے خاوند اور بچوں کو چھوڑ کر چلی گئی تھی۔

کوئی چاہے تو اس طرح کے ہزاروں لاکھوں خاندانوں کی سچی کہانیاں اکٹھی کر سکتا ہے، ایسے خاندانوں کی اخلاقی اور سماجی حالت کے متعلق بھی تصور کیا جا سکتا ہے۔ ایسے خاندانوں سے جو ''پاکستان'' بن رہا ہے اور مستقبل میں بنے گا، کا خاکہ بھی ذہن میں آ سکتا ہے۔ ایک عام آدمی بھی سمجھتا ہے کہ ایسے خاندانوں کے بچے اسلام کی کتنی خدمت کرینگے یقیناً ایسے تمام والدین بے سوچے سمجھے بچے پیدا کر کے امت مسلمہ کی زبوں حالی میں اضافے کا سبب بن رہے ہیں اور ایک بڑی غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں جن کے لیے پروردگار کے ہاں ان کا مواخذہ ہو سکتا ہے چنانچہ یہ ہے وہ صورتحال جو ہر حساس مسلمان اور پاکستانی کو اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ وہ لوگوں کو تعلیم، صحت، احساس ذمہ داری، حقوق و فرائض اور مجموعی منصوبہ بندی کی طرف بلائے اور ان کا شعور ان کے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرے نیز ان کو بتائے کہ اسلام کا بنیادی مقصد ایک اچھے اور مثبت معاشرے کی تشکیل ہے جو اس وقت وجود میں آئے گا جب ہمارے بچے تعلیم یافتہ، صحت مند اور تربیت یافتہ ہوں۔

حرف آخر

اس وقت پاکستان اور پوری امت مسلمہ ایک ناقابل رشک صورتحال سے گزر رہی ہے ہمارے ہاں تعلیم کا تناسب دنیا میں سب سے کم ہے۔ زیادہ تر لوگوں کے لیے پوری طبی سہولیات موجود نہیں ہیں۔ کرپشن اور ناجائز سفارشیں ہمارے معاشروں کو گھن کی طرح چاٹ رہی ہیں۔ جمہوری کلچر اور جمہوری رویے ہمارے لیے ابھی روزمرہ کا معمول نہیں بن سکے۔ امت مسلمہ کے غربت کے سمندر میں امارت کے چند ہی جزیرے موجود ہیں۔ صنعت وحرفت اور سائنس و ٹیکنالوجی میں دوسرے ممالک ہم سے کہیں آگے ہیں۔ ضرورت کی عام اشیاء کے لیے بھی ہم دوسروں کے محتاج ہیں۔ جرائم کی سطح بہت اونچی ہے۔ ہمارے یہاں زندگی کے تمام میدانوں میں ایک عمومی غیر ذمہ دارانہ رویہ ہے جس کے نتیجے میں پوری امت مسلمہ بغیر کسی طویل المیعاد منصوبہ بندی اور حکمت و تدبیر کے زندگی گزار رہی ہے جس کے نتیجے میں ہم دن بدن کمزور سے کمزور تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے رویوں میں تبدیلی پیدا ہو۔ ہم میں احساس ذمہ داری پیدا ہو۔ ہم حکمت و تدبیر اور جمہوری کلچر کے ساتھ جینا سیکھیں۔ ہم زندگی کے ہر میدان میں بہترین منصوبہ بندی پر عمل پیرا ہوں۔ ہر چیز کے متعلق غور وفکر، علم، عقل اور حکمت و تدبر سے کام لینا خود قرآن مجید کی ہدایت ہے۔ حالات کا صحیح تجزیہ کئے بغیر محض جذباتی نعرے اور ہیجان خیز رویے

اختیار کر کے ہم اپنے آپ ہی کو نقصان پہنچائیں گے۔ اسی سے ہمارے دشمن فائدہ اٹھاتے ہیں چنانچہ ہمیں بلحاظ مجموعی اپنی سوچ میں تبدیلی لانی ہوگی۔

انسانیت، امت مسلمہ، پاکستان اور ہمارا خاندان یہ سب کچھ ہمارا اور ہماری آنے والی نسلوں کا ورثہ ہے۔ اس کی حفاظت ہم پر لازم ہے۔ ہمیں ان سب کے متعلق تدبر اور ذمہ داری پر مبنی رویہ اختیار کرنا ہوگا۔ جب ہم ایسا کریں گے تو ہم ہر اعتبار سے خودداری اور وقار کی زندگی بسر کر سکیں گے۔